اردو زبان کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی
اسسٹنٹ پروفیسر صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری اینڈ پی جی کالج، سدی پیٹ (تلنگانہ)

انسان جس ماحول اور سماج میں آنکھ کھولتا ہے، وہاں کے رسم ورواج، تہذیب وثقافت اور زبان وادب سے مانوس ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ غیر محسوس طریقہ پر وہی زبان اور تہذیب وثقافت اختیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔

چنانچہ بچے کو اس کی مادری زبان سکھانے کی ضرورت پیش نہیں آتی، بلکہ وہ فطری اور الہامی طور پر خالق کائنات کی ودیعت کردہ صلاحیت کی بنیاد پر پیدائش کے دن سے اپنے گردوپیش کی زبان سیکھنا اور اسے اخذ کرنا شروع کر دیتا ہے اور تین سال کے اندر اندر اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

یورپ میں چند فرانسیسی اور چند جرمن شیر خوار بچوں پر تحقیق کی گئی اور یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ بچے اپنی مادری زبان میں روتے ہیں، کیوں کہ فرانسیسی بچوں کے رونے کی آواز میں شدّت اور جوش تھا، جب کہ جرمن بچوں کے رونے کی آواز میں نرمی اور پستی تھی، جن پر ان دونوں زبانوں کا اثر تھا، فرانسیسی زبان بولنے والوں کے لہجہ میں شدّت اور جوش ہوا کرتا ہے، جب کہ جرمنی زبان بولنے والوں کے لہجہ میں نرمی اور دھیما پن ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان کا حصول ایک فطری عمل ہے اور زبانوں کا اختلاف بھی فطری طور پر سماجی وجغرافیائی حالات کی بنا پر رونما ہوتا ہے، زبانوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی بتائی ہے۔ (سورۃ الروم: ۲۲) تاکہ ہر خطہ وعلاقہ کی تہذیبی شناخت اور لسانی خصوصیات باقی رہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پورے خطۂ ارضی پر بسنے والوں کو ایک ہی زبان عطا کرتا، اس سے عالمی رابطہ میں آسانی بھی پیدا ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، وہ اپنے بندوں کی فطرت سے بخوبی واقف ہے، اسے معلوم ہے کہ ہر خطہ کے لوگ ایک ایک ہی زبان اور ایک ہی تلفظ کی ادائیگی سے قاصر رہیں گے۔

جس طرح طبعی طور پر زمین کے خطے مختلف ہیں، انسان کے سماجی وجغرافیائی حالات مختلف ہیں اور ان میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش غیر فطری ہے، اسی طرح ایک ہی زبان کو تمام لوگوں پر مسلط کرنے یا مسلط کر لینے کی کوشش غیر فطری عمل ہے اور فطرت سے انحراف کے جو بھیانک نتائج فرد اور قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں، اس سے زبان بھی مستثنیٰ نہیں ہے، چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسکول وکالج سے غیر مادری زبان میں پڑھ کر نکلنے والی نسل گونگی اور بہری ہو کر نکل رہی ہے، وہ کسی بھی زبان میں اپنی بات کہنے، لکھنے اور سمجھنے سے معذور ہے۔

یورپ کے لوگوں کو مادری زبان کی اہمیت کا اندازہ

بہت پہلے ہوگیا تھا، انھوں نے اپنی مادری زبانوں میں تعلیم حاصل کر کے دنیا میں تعلیمی، صنعتی اور معاشی انقلاب برپا کیا، چین اور جاپان نے بھی ان کے نقش قدم پر چل کر معاشی برتری حاصل کر لی، لیکن ہم نے ترقی یافتہ ممالک کی کامیابی کے راز کو جاننے کے بجائے ان کی زبان کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنا شروع کر دیا، ہم نے زبان اور علوم کے فرق کو نہیں سمجھا اور صرف انگلش کو ہی علم سمجھ کر اس کے پیچ وخم میں الجھے رہے، نتیجتاً سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ہم ترقی یافتہ قوموں سے بہت پیچھے رہ گئے۔

برصغیر میں رہنے والے بیشتر افراد کی مادری زبان اردو رہی ہے، مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد یہ زبان فارسی کی جگہ لے لیتی ہے اور ترقی کرتے ہوئے انگریزوں کے عہد ۱۸۳۱ء میں پورے ملک کی سرکاری زبان قرار پاتی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ غلام ہندوستان میں جو زبان ترقی کی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے اور جنگ آزادی کے دوران سو سال سے زائد عرصہ میں صحافت وادب کی شاندار خدمت کے ذریعہ پورے ملک میں مقبول ہو جاتی ہے، آزاد ہندوستان میں وہی زبان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو تی جا رہی ہے، اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام ہندوستان میں ہم ذہنی طور پر آزاد تھے، ہم اپنی زبان اور تہذیب کے بارے میں حساس اور سنجیدہ تھے، جب کہ آزاد ہندوستان میں ہم ذہنی غلام بنے ہوئے ہیں، ہم اپنی زبان، تہذیب، ثقافت اور تاریخ کے بارے میں مرعوبیت کے شکار ہو گئے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی سے پہلے جو زبانیں پسماندہ تھیں، آزادی کے بعد وہ ترقی یافتہ ہو گئیں، جیسے، تمل، تیلگو، مراٹھی، گجراتی اور بنگالی وغیرہ، جب کہ اردو رفتہ رفتہ انحطاط پذیر ہوتی گئی، گویا آزادی کے بعد علاقائی زبانیں ترقی پاتی رہی ہیں اور صرف ملک میں اردو ہی واحد زبان ہے، جو ترقی سے تنزل کی طرف گامزن ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نئی نسل اردو نہیں پڑھ رہی ہے، ہمارے بچے اردو نہیں پڑھ رہے ہیں، نہ اسکول میں، نہ مکتب میں، نہ گھر میں، ہم اپنے بچوں کو ایسے انگریزی اسکولوں میں داخلہ دلا رہے ہیں جہاں اردو زبان اوّل کے طور پر نہیں پڑھائی جاتی ہے، جب کہ غیر مسلموں کے بچے بھی انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھتے ہیں، لیکن وہ زبان اول کے طور پر مادری زبان: تیلگو، تمل، مراٹھی، کنڑ، گجراتی، بنگالی اور ہندی وغیرہ پڑھتے ہیں، ہم اپنے گھروں میں زیادہ سے زیادہ مولوی صاحب سے اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھا دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور مساجد میں بھی صباحی یا مسائی مکاتب میں عربی اور دینیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اکبرالہ آبادی نے ہماری حالت کا تجزیہ بہت پہلے کر لیا تھا اور اس پر اچھا طنز کیا تھا:

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ ومسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے، کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر، خوشی سے پھول جا

ہمارے کچھ لوگ اردو اخبارات ورسائل خریدنا اپنی توہین سمجھتے ہیں، حالاں کہ زبان سیکھنے میں اخبارات ورسائل

بہت معاون ثابت ہوتے ہیں، مجھ کوکئی اصحاب نے بتایا کہ انھوں نے صرف اخبار کی مدد سے اردو زبان سیکھی ہے۔

اردو زبان کا تحفظ نہ صرف اپنی زبان کا تحفظ ہے، بلکہ اپنی تہذیب و ثقافت، مذہب، شاندار علمی و ادبی وراثت، قابل رشک تاریخ، اسلاف کے روشن کارنامے اوراعلیٰ اقدار کا تحفظ ہے، یہ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ ایک اردو زبان کونظر انداز کر کے ہم کتنے بڑے نقصان کا سودا کر رہے ہیں، اردو زبان کا تحفظ ہمارا اخلاقی، ملی، شرعی اوراجتماعی فریضہ ہے، جسے نظر انداز کرنا ہمارے لئے کسی طوربھی مناسب نہیں ہے۔

مادری اورقومی زبان کے تحفظ کے سلسلہ میں ہمیں اسرائیل سے سبق حاصل کرنا چاہئے، اسرائیلیوں نے اپنے ناجائز ملک اسرائیل میں عبرانی جیسی مردہ زبان کا احیاء کیا اورقومی و مذہبی جذبہ اور جدو جہد کے ذریعہ اسے سرکاری، ادبی اورصحافتی زبان کی صف میں لاکھڑا کیا۔

اردو زبان کے تحفظ کی خاطر ہم پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

(۱) ہم اپنے اپنے علاقوں میں معیاری طرز پر اردو میڈیم اسکول قائم کرنے کی عملی کوشش کریں۔

(۲) اپنی اولاد کو اردو میڈیم اسکول میں شریک کرائیں، جہاں زبان اوّل یا ایک زبان کے طور پر اردو پڑھائی جاتی ہو۔

(۳) کثیر مسلم آبادی والے علاقوں میں قائم انگلش میڈیم اسکولوں میں اردو زبان اول کے طور پر رکھی جانے کی تحریک چلائیں۔

(۴) ہم اپنے گھروں میں بچوں کوقرآن مجید اوردینیات کی تعلیم کے ساتھ اردو زبان کی تعلیم کا بھی اہتمام کریں۔

(۵) مساجد کے ذمہ داروں کو اردو زبان کی اہمیت کا احساس دلائیں اور مکاتب میں مفت اردو تعلیم کا نظم کرائیں۔

(۶) مساجد یا دیگر مقامات پر تعلیم بالغان میں اردو کوبھی ضرور شامل کرائیں۔

(۷) ہم اپنے گھروں میں کم سے کم ایک اردو اخبار اور بچوں کا ایک اردو رسالہ ضرور خریدیں۔

(۸) اسکولوں میں اردو اخبارات، بچوں کے رسائل اور بچوں کی کہانیوں، ناولوں، ڈراموں اورشاعری پر مشتمل کتابیں خریدنے کی کوشش کریں۔

(۹) ہر محلّہ کی مسجد یا کمیونٹی ہال میں کتب خانہ اوردار المطالعہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰) ہم اپنے گھر اوردکانوں پر اردو میں تختی اور بورڈ تحریر کریں۔ اردو زبان کے تحفظ کے سلسلہ میں ہمیں بنیاد کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے، ہمیں بڑوں سے زیادہ بچوں پر توجہ دینی چاہئے، اپنے بچوں کو ہم اردو سکھا کر اور اردو کا شوق دلا کر زبانِ اردو کا تحفظ اور اس کی بنیاد کو مستحکم کر سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں سے کسی حد تک سبک دوش ہو سکتے ہیں، عصر جدید کے مشہور ومقبول شاعر احمد فرازؔ کا ایک شعر نقل کرکے اپنی بات ختم کرتا ہوں:

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصہ کی کوئی شمع جلاتے جاتے

○○